فکرِ آزاد میں فکرِ ابنِ تیمیہ کا حصہ

ڈاکٹر محمود احمد*

Abstract:

Ibn eTaimiyya (661-728/1263-1327) is one of the most seminal personalities in the history of Islam. Born in an age which, was characterized by, numbers of distortions and Riots were in Muslim society, he struggled hard to revive Muslim society through inward animation and re-interpretation of its values in the light of a new spirit of ijtihad (interpretation of law) based on direct recourse to the Qur'an and the Sunnah of the Propheta. He came to be hailed as the mujaddid of his age. His thought influenced not only his contemporaries in the Muslim heartlands but reached far beyond.

Emphasis on Hadith studies and rejection of taqlid continued to be considered the only aims of Ibn e Taimiyya's movement until Maulana Abul Kalam Azad (1888-1958) appeared on the India intellectual scene and looked to Ibn e Taimiyya for inspiration to restore to the Muslims in India the mettle necessary for a struggle against foreign domination. Perhaps no Indian scholar understood the role of Ibn e Taimiyya in the history of Islam with such clarity and conviction as did Maulana Azad. In his struggle against British rule, he drew inspiration from Ibn eTaimiyya who had guided the Muslims of his day when political power

* شعبہ علومِ اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔

had passed out of their hands.

Ibn e Taimiyya's influence on Maulana Azad was not confined to explicitly religious matters. Azad considered Ibn e Taimiyya's diagnosis of the social and political ills of Muslim society very relevant to the situation prevailing in his day. Anxious to organize the Muslims, he cited Ibn e Taimiyya as his ideal and urged the need for an imam to organize the community. In Tazkirah (تذکرہ), published in 1919, he drew a lively, vibrant picture of Ibn e Taimiyya, focused on the man's sincerity and determination to revive Muslim society regardless of the opposition and hardship that he had to face. Maulana Azad's bold acceptance of Ibn e Taimiyya's ideological position dispelled many misunderstandings about Ibn Taimiyya and a new phase began in the intellectual history of Muslim India characterized by close study and numerous translations of his works in Urdu. Azad himself translated al-Wasiyat ul-Kubra (الوصیۃ الکبریٰ) into Urdu, and, under his influence, Ghulam Rasul Mehr, and 'Abd al-Razzaq Malihabadi became ardent admirers of Ibn Taimiyya and propagated his views through their writigns.

امام شیخ الاسلام ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ/۱۲۶۳ء-۱۳۲۷ء)، جو کہ ابنِ تیمیہ کے نام سے معروف ہیں عظیم مجدّدِ اسلام تھے، ان میں مجدد کی تمام صفات بدرجہ اتم موجود تھیں، انہوں نے اپنے عظیم کارناموں اور کار اصلاح وتجدید کی بناء پر عظیم مصلح ومجدد کا لقب پایا۔ امام ابن تیمیہ کو ان کے فضل وکمال علم کی بناء پر مجتہد مطلق اور عظیم مجدد قرار دیا گیا۔ ان کی مجددیتِ دین کا اندازہ ان کی شہرہ آفاق تصانیف کے مطالعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے ایسی وقیع اور شان دار کتب تصنیف کیں کہ جس کسی کو استفادہ کا موقع ملا وہ انہی کا ہو کر رہ گیا۔ ان کے قریباً تمام ہم عصر اور مابعد علماء نے ان کے مجدد ہونے کی صراحت کی ہے، ہر صاحب ودشمن نے آپ کی وسعتِ علمی کو تسلیم کیا اور اس بحرِ زخّار کو بہت سی عبقری ومجدّد شخصیات نے بھی مجدد و مصلح عظیم کے القاب سے نوازا۔ ان کی مساعی جمیلہ کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے، انہوں نے مختلف جہات ومیادین میں اِصلاح وتجدید کا فریضہ

سرانجام دیا اور اپنے معاشرے کی خرابیوں اور فسادات کا خوب قلع قمع کیا۔

چوں کہ آپ کی فکر ہمہ جہت فکر تھی اسی وجہ سے آپ کی فکر آپ کی زندگی ہی میں دنیا کے اطراف واکناف میں پھیل گئی اور برصغیر میں بھی آپ کی فکر نفوذ پذیر ہوئی اور یہاں کے عبقری علماء و مصلحین نے اس فکر سے بہت فائدہ اٹھایا اور یہاں کے فساد و بگاڑ کی خوب اصلاح کی۔

برصغیر کے عظیم مجدد شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی اس فکر سے استفادہ کیا اور ان کے بعد برصغیر کی بہت سی اہم شخصیات نے فکرِ ابنِ تیمیہ سے استفادہ کیا، اور بہت سے اہلِ علم وفضل آئے جنھوں نے یا تو امام ابنِ تیمیہ کی فکر کو شائع کروایا، ان کی سیرت وافکار پر کچھ لکھا، مسائل میں ان سے موافقت کی، ان کی تحسین میں لکھا، افکار ونظریات میں ان سے متاثر ہوئے، ان کے دفاع میں لکھا اور ان کی فکر وعمل کو عام کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ شاہ ولی اللہ نے گو کہ فکرِ ابنِ تیمیہ سے استفادہ کیا اور ان سے بعض مسائل میں موافقت کی، ان کے نظریات کی تائید کی اور ان کا دفاع کیا لیکن اس سے عموماً علمی حلقے امام ابنِ تیمیہ سے پوری طرح متعارف نہ ہوئے تھے کہ برصغیر کی انتہائی اہم شخصیت نواب محمد صدیق حسن خاں کی وجہ سے یہاں کے لوگوں کو معارفِ ابنِ تیمیہ سے شناسائی ہوئی۔

مولانا الطاف حسین حالی اور مولانا شبلی نعمانی نے امام ابنِ تیمیہ کی سوانح اور خدمات پر بزبانِ اُردو مضامین لکھے، بلاشبہ یہ مضامین اُردو دان طبقے کو امام ابنِ تیمیہ سے متعارف کروانے میں ممد ثابت ہوئے لیکن ایک تو یہ بہت مختصر کوشش تھی اور دوسرے یہ کہ ان سے کوئی تحریک پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن مولانا ابوالکلام آزاد نے جو امام ابنِ تیمیہ پر لکھا اور خوب لکھا کہ ایسا کسی نے نہیں لکھا، اس کو افکارِ ابنِ تیمیہ کو عام کرنے کی ''تحریک'' کہا جا سکتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد: (۱۸۸۸ء۔۱۹۵۸ء/۱۳۰۵ھ۔۱۳۷۷ھ)

مختصر تعارف: ابوالکلام، محی الدین احمد، آزاد (پیدائش ۱۱ نومبر ۱۸۸۸ء -وفات ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء)، مولانا ابوالکلام آزاد کا اصل نام محی الدین احمد تھا ان کے والد بزرگوار محمد خیر الدین انہیں فیروز بخت (تاریخی نام) کہہ کر پکارتے تھے۔ مولانا ۱۸۸۸ء میں مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ والدہ کا تعلق مدینہ سے تھا سلسلہ نسب شیخ جمال الدین سے ملتا ہے جو اکبر اعظم کے عہد میں ہندوستان آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آزاد کے والد کو ہندوستان سے ہجرت کرنا پڑی کئی سال عرب میں رہے۔ مولانا کا بچپن مکہ معظّمہ اور مدینہ میں گزرا ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ پھر جامعہ ازہر، مصر چلے گئے۔ چودہ سال کی عمر میں علوم مشرقی کا تمام نصاب مکمل کر لیا تھا۔ مولانا کی ذہنی صلاحتیوں کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انہوں نے پندرہ سال کی عمر میں ماہوار جریدہ لسان الصدق جاری کیا۔ جس کی مولانا الطاف حسین حالی نے بھی بڑی تعریف کی۔ ۱۹۱۴ء میں الہلال نکالا۔ یہ اپنی طرز کا پہلا پرچہ تھا۔

مولانا بیک وقت عمدہ انشا پرداز، جادو بیان خطیب، بے مثال صحافی اور ایک بہترین مفسر تھے۔ اگرچہ مولانا سیاسی مسلک میں کانگرس کے ہمنوا تھے لیکن ان کے دل میں مسلمانوں کا درد ضرور تھا۔ یہی وجہ تھی کہ تقسیم کے بعد جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وقار کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہوا تو مولانا آگے بڑھے اور اس کے وقار کو ٹھیس پہنچانے سے بچالیا۔ آپ آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم تھے۔ آپ نے ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو وفات پائی۔

تصانیف:

آپ کی قابلِ ذکر تصانیف درج ذیل ہیں :

تفسیر ترجمان القرآن	غبارِ خاطر	البیرونی اور جغرافیہ عالم
قول فیصل	انسانیت موت کے دروازے پر	قرآن کا قانون عروج و زوال
تذکرہ	اصحاب کہف اور یاجوج و ماجوج	مسلمان عورت
حقیقت صلوٰۃ	اسلام میں آزادی کا تصور	صدائے حق
افسانہ ہجر و وصال	آزادی ہند	مسئلہ خلاف
آزادی کی کہانی خود آزاد کی زبانی	مقام دعوت	ولادت نبوی
ارکان اسلام	شہید اعظم	نوابی دربار
صبحِ امید	الہلال / البلاغ (رسائل)	

رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے آخری لمحات

مولانا آزاد پر لکھی گئی اُردو کتب:

مولانا ابوالکلام آزاد کی سوانح اور علمی و تصنیفی خدمات نیز سیاسی فکر پر بہت زیادہ لکھا گیا، جن میں سے معروف کتب درج ذیل ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد ایک تہذیبی علامت؛ لئیق صدیقی

ابوالکلام آزاد؛ عبداللہ بٹ

مولانا ابوالکلام آزاد فکر و نظر کی چند جہتیں؛ ضیاء الحسن فاروقی

مولانا ابوالکلام آزاد ذہن و کردار؛ عبدالمغنی

مولانا آزاد فکر و نظر کے آئینے میں؛ جاوید وششٹھ

کچھ ابوالکلام کے بارے میں؛ قاضی عبدالودود

ابوالکلام آزاد کا اسلوبِ نگارش؛ عبدالمغنی

مولانا ابوالکلام آزاد تنقید وتبصرہ کی نگاہ میں؛ ابوسعید بزمی
مولانا ابوالکلام آزاد شخصیت اور کارنامے؛ خلیق انجم
غالب اور ابوالکلام؛ عتیق صدیقی
کچھ ابوالکلام آزاد کے بارے میں؛ مالک رام
حواشی ابوالکلام آزاد؛ سید مسیح الحسن
آثار ونقوش؛ ابوسلمان شاہجہانپوری
آثار ابوالکلام آزاد ایک نفسیاتی مطالعہ؛ قاضی عبدالغفار
ابوالکلام آزاد کا ذہنی سفر؛ ظ انصاری
ابوالکلام آزاد؛ شکیل الرحمٰن
ابوالکلام آزاد فکر وعمل کے چند زاویے؛ وہاب قیصر
نقدِ ابوالکلام؛ رضی الدین احمد
مولانا ابوالکلام آزاد ایک شخصیت، سیاست، پیغام؛ رشید الدین خاں
خطباتِ آزاد؛ مالک رام
آزاد کی تقریریں؛ انور عارف
مولانا ابوالکلام آزاد کی طرف؛ ضیاء الحسن فاروقی
آئینہ ابوالکلام آزاد مجموعہ مقالات؛ عتیق صدیقی
اَرمغانِ آزاد؛ ابوسلمان شاہجہانپوری
خطوط ابوالکلام آزاد؛ ایڈیٹر مالک رام
تذکرہ؛ فضل الدین احمد مرزا
ابوالکلام آزاد ایک ہمہ گیر شخصیت؛ رشید الدین خاں
تلاش آزاد؛ عبدالقوی دسنوی
ہماری آزادی مولانا ابوالکلام آزاد؛ شمیم حنفی
ابوالکلام آزاد؛ عبدالقوی دسنوی
مولانا ابوالکلام آزاد اور دیگر مضامین؛ پریم گوپال متل
ذکرِ آزاد؛ عبدالرزاق ملیح آبادی

مولانا آزاد، سرسید اور علی گڑھ؛ محمد ضیاء الدین انصاری

نثرِ ابوالکلام؛ مالک رام

امام ابنِ تیمیہ کو متعارف کروانے میں مولانا کا کردار:

مولانا ابوالکلام آزاد اردو، عربی اور فارسی کے بہت بڑے ادیب تھے۔انھوں نے اپنے عبقری ذہن، اسلوب شائق اور جذاب قلم سے اپنی کتاب ''تذکرہ'' میں لوگوں کو جو معارف ابن تیمیہ سے متعارف کروایا وہ انہی کا خاصا تھا۔جس کی وجہ سے امام ابنِ تیمیہ سے نہ صرف عوام وخواص واقف ہوئے بلکہ فکرِ ابنِ تیمیہ کو پھیلنے میں مدد ملی ۔مولانا آزاد نے ''تذکرہ'' کے تقریباً اسی (۸۰) سے زائد صفحات میں امام ابنِ تیمیہ کو بہت خوب متعارف کروایا ہے۔

بقول ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری:

> ''واقعہ یہ ہے کہ اردو دان طبقے میں امام ابن تیمیہ کی عظمت کا واقعی احساس اوراعتراف مولانا آزاد کے ''تذکرہ'' سے ہوا۔''تذکرہ'' نے ان کی عظمت کا نقش دلوں پر ثبت کر دیا۔مولانا آزاد نے حضرت شیخ الاسلام کا ذکر جس اسلوب اور جس زبان میں کیا ہے وہ اردو ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔امام صاحب کے تذکرے میں اس سے زیادہ شاندار الفاظ ابھی تک نہ صرف اردو میں بلکہ کسی اور زبان میں بھی جمع نہیں ہوئے۔(۱)

اس کے علاوہ مولانا ابولکلام آزاد کے علمی وتحریکی رسالے ''الهلال''، البلاغ''، ''اقدام''، اور ''پیغام'' افکار ابن تیمیہ کی بازگشت تھے۔بقول مولانا غلام رسول مہر:

> ''آخر مولانا ابوالکلام آزاد کا ''الهلال'' نکلا ، یہ درحقیقت بجائے خود حضرت امام کی تصنیفات کا نہایت بدیع پرتو تھا۔حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے سارا راستہ صاف کر دیا اور حضرت امام ابن تیمیہ سے ہندوستان کے لاکھوں پڑھے لکھے دماغ آشنا ہو گئے، نہ محض آشنا ہو گئے بلکہ ان کے ساتھ انتہائی محبت کرنے لگے۔''(۲)

مولانا ابوالکلام آزاد نے ''تذکرہ'' میں ابن تیمیہ کو ان کے اصلاحی وتجدیدی کارناموں کی وجہ سے بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے۔ایسے الفاظ میں امام ابنِ تیمیہ کا ذکر کیا ہے کہ کسی اور نے نہیں کیا، یہاں ان کی کتاب سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

امام ابنِ تیمیہ کو مجدّدِ اعظم قرار دیا:

مولانا آزاد ائمہ مجدّدین کی تاریخ کا ذکر کرتے ہوئے بہت سے مجددین امت کا ذکر کرتے ہیں اور جب

امام ابنِ تیمیہ کا ذکر کرتے ہیں تو نہایت اچھے انداز میں ان کو مجدّدین کی صف میں سب سے آگے کھڑا کرتے ہیں اور مجدّدِ اعظم قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں جب دعوت عامۂ امت، وتجدید شریعت واحیاء السنة بعد موتها واخماد البدعة بعد شيوعها وارتفاعها کی روح القدس نے آية من آيات الله وحجة قائمة من حجج الله، شیخ المصلحین، وملاذ المجددین، سند الکاملین، وامام العارفین، وارث الانبیاء، وقدوة الاولیاء، حضرت شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ کے وجودِ مبارک میں ظہور کیا، اور عہدِ اواخر کے تمام مسالکِ دعوت وتجدید کی ریاست وفاتحیت اور قطبیت ومرکزیت کا مقام اس مجددِ اعظم کے سپرد کیا گیا''۔(۳)

امام ابنِ تیمیہ کی عظمت اور ہم عصر علماء پر فوقیت کا ذکر:

مولانا آزاد مذکورہ بالا اقتباس تحریر کرنے کے بعد امام ابنِ تیمیہ کے ہم عصر علماء ومشائخ کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اس وقت بڑے بڑے حفاظ ونقادِ علوم اور خواص واعاظمِ نظر واجتہاد موجود تھے، جن کے بعد اس درجہ کے لوگ تمام عالمِ اسلامی میں پیدا نہیں ہوئے۔ پھر علماء ومشائخ کے ناموں کی لمبی فہرست ذکر کرنے کے بعد امام ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمہا اللہ کو دیگر معاصرین پر برتری دیتے ہیں کہ لیس لهما ثالث (کہ ان دونوں کا کوئی ثانی نہیں) یہ سب ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''پس غور کرو ایسے اصحابِ کمال وائمۂ علم تھے جو اس عہد میں موجود تھے۔ باایں ہمہ یہ حقیقت سورج کی طرح چمک رہی ہے اور ہر صاحبِ بصارت پر روشن کہ مقامِ عزیمتِ دعوت کا جو ایک مقامِ خاص ہے، وہ ان میں سے کسی کے حصے میں بھی نہ آیا۔ وہ صرف شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ ہی کے لیے تھا۔ سب اپنے دوسرے دوسرے کاموں میں رہ گئے، لیکن انہوں نے وہ سب کام بھی ان سے بہتر کیے جو وہ سب کر رہے تھے، اور پھر ان سے بڑھ کر یہ کہ سب کو راہِ عزیمتِ دعوت، وتجدید واحیاء ملت، ورفع اعلامِ سنت، واخمادِ شر وبدعت وکشف وابرازِ معارفِ مستورہ کتاب وسنت وغوامض وسرائرِ معارف وحکمتِ نبوت، وانفجار ینابیع الحکمت من اللسان والجنان، وجہاد فی سبیل اللہ بالسیف والقلم واللسان میں منزلوں اپنے پیچھے چھوڑ دیا اور علوم واعمالِ وہبیہ وسماویہ کی ان بلندیوں پر تن تنہا جا کھڑے ہوئے جہاں ان کے اقران ومعاصرین کے وہم وتصور کو بھی بار نہیں۔''(۴)

اس کے بعد امام ابنِ تیمیہ کے متعلق معاصرین علماء کے تعریفی کلمات کا تفصیلی ذکر کرتے ہیں اور ساتھ

ساتھ اپنے الفاظ میں ان کلماتِ تعریفیہ کی تشریح بھی کرتے ہیں۔ مثلاً لکھتے ہیں:

''حتیٰ کہ خود ان کے معاصرین کو یک زبان و یک قلم ہو کر اعتراف کرنا پڑا: مارأینامثله وأنه مارأی مثل نفسه ۔ نہ تو ہماری آنکھوں نے اس کا مثل دیکھا اور نہ خود اس کو اپنا سا نظر آیا: اے تو مجموعہ خوبی، بچہ نامت خوانم؟ خود حافظ ذہبی اپنے معجم شیوخ میں جب اس نادرۃ الأرض و اعجوبۃ الدہر کے اوصاف و مدائح لکھتے لکھتے تھک گئے اور وہ ختم نہ ہوئے ،تو بالآخر یہ کہہ کر خاموش ہو جانا پڑا: وھو أکبر أن ینبه علی سیرته مثلی، وواللّه لوحلفت بین الرکن والمقام انی مارأیت بعینی مثله وأنه مارأی مثل نفسه،لماحنثت ''ان کا مقام اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ مجھ جیسا شخص ان کی سیرت و فضیلت بیان کرے۔ قسم خدا کی اگر میں خانہ کعبہ میں عین رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہو کر قسم کھاؤں کہ نہ تو میری آنکھوں نے ان کا مثل دیکھا اور نہ خود انہوں نے اپنا ہمتا، تو میری قسم سچی ہوگی''۔**(۵)**

معاصرین معترفین کی تعداد ذکر کرتے ہیں اور امام ابنِ تیمیہ کی دعوت و مزاج کو تشبّہ بالانبیاء قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''صاحبِ الرد الوافر نے صرف ان علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے شیخ الاسلام کے مرتبہ اجتہادِ مطلق و امامت فی الدین اور تجدید و احیائے شریعت کا اعتراف کیا۔ ان میں سے صرف معاصرین کو چھانٹ لیا جائے تو ساٹھ ستّر سے کم نہ ہوں گے۔ یہ سب یقیناً حسین تھے اور بعض کے حسن و رعنائی پر تو ایک زمانہ فریفتہ و شیدا ہوا اور کتنے ہی حسینانِ روزگار نے ان سے دلربائی و دل آویزی کے بھید اور نکتے سیکھے۔ تاہم اس کو کیا کیجیے کہ وہ جو ایک حسن و خوب روئی سے بلند تر ہے، یعنی عزیمتِ دعوت و تشبّہ بالانبیاء کی شان و آن، تو اس کے لیے صرف حسنِ طلعت و بلندیِ قامت ہی کافی نہیں۔ ان باتوں کے علاوہ بھی کچھ اور ہونا چاہیے اور وہ اس عہد میں صرف شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ ہی کے حصے میں آیا تھا۔''**(۶)**

پھر شیخ نجم الدین اسحاق کا مشہور رباعیہ کے اشعار ذکر کر کے آخری شعر پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے امام ابنِ تیمیہ کو طبیبِ حاذق اور مقامِ نبوت کی وراثت و نیابتِ کاملہ کا اصلی حامل قرار دیتے ہوئے کیا خوب لکھتے ہیں:

اور'' بحکمة فعل الطبیب المجرب ''یعنی مقامِ نبوت کی وراثت و نیابتِ کاملہ۔ یہ

بات کہ جس طرح طبیبِ حاذق ہر طرح کی بیماریوں اوران کے اسباب وآثار ونتائج کو جانتا ،اور ہر عمر ومزاج کے بیماروں کا علاج کرتا،اور کمالِ حذاقت وفراستِ طبیّہ کی وجہ سے صرف چہرہ دیکھ کر یا نبض پر انگلیاں رکھ کر سب کچھ سمجھ لیتااور پرکھ لیتا ہے،اسی طرح جماعت وملّت کے تمام امراضِ جدیدہ ومزمنہ اورظاہرہ ومخفیہ کانبّاض ہونا،اورانسان کی ذہنی ونفسی اور روحانی ومعنوی بیماریوں کو بہ یک نظرِ تفرّس پہچان لینا،اورٹھیک ٹھیک ان کی حالت واستعداداور مقتضیات کے مطابق درجہ بدرجہ علاج کرنا،اور ہر مریض کواس کی حالت کے مطابق نسخہ دینا،اعمالِ مہمّہ ومختصّۂ نبوت میں سے ہےاوریتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکّیھم ویعلّمھم الکتاب والحکمة میں ''یزکّیھم ''اسی جانب اشارہ؛پس انبیائے کرام کے بعد یہ مقام صرف انہی نفوسِ خالصہ کوحاصل ہوسکتاہے، جواُسوۂ حسنۂ نبوت اوراخلاق وصفاتِ نبوت کے کامل تأسی سنتِ سنیۂ خالصۂ محضہ کے کمالِ اتباع وتفانی سے وراثت ونیابت انبیاء ورُسُل کے مرتبہ پرپہنچ جاتے ہیں،اورمعالجۂ نفوس،تداویِ ارواح وقلوب،وطبابت اقوام وملل کے تمام اسراروخفایا اُن پر اس طرح کھل جاتے ہیں ــــــــ تواگرچہ اس عہد میں بڑے بڑے اصحابِ علم وعمل موجود تھے،مگر ''علیم بأدواء النفوس ''اور''الطبیب المجرب ''ہونے میں ان کا کوئی حصہ نہ تھا،اور کچھ تھاتو مرتبۂ قوتِ نظری سے قوتِ عملی تک نہیں پہنچا تھا۔ وذلك من عمل النبوة. یہ بات صرف شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ ہی کے حصے میں آئی تھی ــــــــ یہی وہ فضلِ مخصوص ہے جوذہبی وبرزالی ومزی وابن دقیق العید جیسے شیوخِ عہد کے سروں کوبھی ابنِ تیمیہ کے سامنے اطفالِ مکاتب کی طرح جھکا رہا ہے۔(۷)

اس کے ساتھ ساتھ مولانا ان کتب وماخذ کا تذکرہ بھی کرتے ہیں جن میں امام ابنِ تیمیہ کی سیرت وسوانح اور خدمات سے متعارف کروایا گیا ہے اور مزید کثیر علماء کے تعریفی کلمات نقل کرتے ہیں، یہ علماء کےتعریفی کلمات اورمولانا کی تعریفات وتشریحات اورامام ابن تیمیہ پرلکھی گئی کتب کے تذکرہ پر مشتمل بحث تقریباً ۱۸صفحات پر پھیلی ہوئی ہے جواپنی مثال آپ ہے، جس میں امام ابنِ تیمیہ کے بیشتر معاصرین کی تعریفی آراء بھی جمع ہوگئی ہیں۔(۸)

تجدیدِ ابن تیمیہ کے دائرۂ کار کا بیان:

اس تفصیلی مبحث کے آخر میں امام ابنِ تیمیہ کا منہج بڑے جامع انداز میں یوں بیان کرتے ہیں:

''تو یہ مبحث من جملہ ان اہم ترین مباحثِ شریعت اور دقیق ترین مقامات معارفِ کتاب وسنّت کے ہے، جن کی کشف وتحقیق اور بحث وتنقیب امام ابن تیمیہ کے مخصوص معارف میں سے ہے۔ بلکہ ان کے منصبِ تجدید وامامت فی الدّین کا اصلی جوہر اور ان کے تمام علوم ومقالات کا روح الروح اور صفوۃ المقال یہی مقام ہے۔ حقیقت اگرچہ سلف کے یہاں حالاً وعملاً بہ حدّ کمال موجود تھی، لیکن قولاً وعلماً اس کو منتہا درجہ بحث وتحقیق ووضوح تک پہنچا دینا اور بطریقِ جوامع وکلّیات وقواعد ومقالید اُس کا اثبات کرنا اور اس درجہ منقّح وصاف کر دینا کہ لو کشف الغطاء لما ازددت یقیناً کا جملہ اس پر صادق آئے، تو یہ فضلِ مخصوص صرف امامِ موصوف اور ان کے اصحاب وتلامذہ ہی کے حصہ میں آیا۔ اسی لیے امام ذہبی نے کہا: ولقد نصر السنة المحضة والطريقة السلفية واحتج لها ببراهين و مقدمات وامور لم يسبق اليها واطلق عبارات احتجم عنها الأوّلون والآخرون. اور اسی لیے ان کا مرتبۂ تجدید اور فاتحیت تمام مجدّدین وفاتحینِ اعصار اواخر میں سب سے بالاتر وارفع واقع ہوا، کیونکہ اکثر مجدّدینِ اُمت کی تجدید ودعوت متعلق اعمال وفروع کے ہے، لیکن امامِ موصوف کی تجدید براہِ راست علوم وعقائد واصول واساساتِ شریعت سے متعلق ہوئی۔ پس جو نسبت اصل اور فرع میں ہے، وہی نسبت ان کے مرتبۂ تجدید اور دیگر مجدّدینِ اُمت کے مراتب میں سمجھنی چاہیے۔''(۹)

مذکورہ بالا اقتباس میں مولانا آزاد نے امام ابنِ تیمیہ اور دیگر مجدّدین کے کام میں شاندار تقابل کرتے ہوئے امام ابنِ تیمیہ کے منہج کو نمایاں کیا ہے۔

امام ابنِ تیمیہ کے اصلاحی وتجدیدی کارناموں کی تحسین:

مولانا آزاد نے امام ابنِ تیمیہ کے اصلاحی وتجدیدی کارناموں کا ذکر بڑی جامعیت سے کیا ہے، اصلاح وتجدید کے لیے ان کی انتھک محنت اور جہادی ودعوتی سرگرمیوں کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

''دل کی بیقراریوں نے کبھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ مگر ہمت کی کوہ وقاری نے جہاں جمایا، بغیر فتح ونصرت کے منہ نہ موڑا۔ ساتھ ہی علوم وعقاید کی تجدید واصلاح کا عظیم الشان کام بھی اس اہتمام سے انجام دیا کہ بڑی بڑی جماعتوں سے بھی انصرام نہ پاتا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ دینِ حق وتوحید کی وحدت، اصلِ ملّت کے ہر حال و ہر شکل میں ایک ہونے، خیر القرون کے علم وعمل کی ازسرِ نو تجدید، دین الخالص اور سنّتِ خالصہ ومحضہ کے اعتصام، اور

تمام تفرقوں اور فرقہ بندیوں اور بدعتی راہوں کے خلاف قولاً وعملاً دعوتِ اولیٰ کی صدا اس قوت ونفوذ کے ساتھ بلند کی کہ وقت کا کوئی شور وغوغا اس پر غالب نہ آ سکا اور گو ہمیشہ دبانے کی بڑی بڑی قاہر وجابر کوششیں کی گئیں، مگر اس کی گونج رہ رہ کر اٹھتی، اور دب دب کر ابھرتی رہی۔ حتیٰ کہ آج بھی اگر مختلف گوشوں سے صدائیں اٹھ رہی ہیں، تو یہ بھی اسی گرج کی بازگشت ہے۔'' **(۱۰)**

معارفِ ابنِ تیمیہ سے عدم معرفت پر اظہارِ افسوس:

مولانا آزاد امام ابنِ تیمیہ کی تجدیدی مساعی کا مزید تذکرہ کرتے ہوئے ان کی علم الکلام میں دسترس کو بیان کرتے ہوئے ان کے معارف سے لوگوں کی عدم معرفت پر اظہارِ افسوس کرتے ہیں:

''بہرحال اصحابِ تاویل ورائے اور متکلّمین واتباعِ فلاسفہ کی بے حاصلی ونامرادی، اور سلفِ اُمّت اور اصحابِ تفویض کے مذہبِ حق وطریقِ حکمت وعقلیاتِ صادقہ وفاضلہ کے اثبات ونصرت میں امام ابن تیمیہ کے مباحث ومقالات اور براہین وقواطع کا عالم ہی دوسرا ہے، اور افسوس امّت کی محرومی وواماندگی پر کہ صدیوں سے یہ خزائنِ معارف وکنوزِ حقائق موجود ہیں، مگر کوئی ان کا شناسا وعارف پیدا نہ ہوا، بلکہ ہمیشہ غفلت وجہل اور تعصّب وجمود کی تاریکیوں میں مدفون ومجہول رکھا گیا۔ **(۱۱)**

عصرِ حاضر میں امام ابنِ تیمیہ کی فکر کی ضرورت:

مولانا عصرِ حاضر کے چیلنجوں سے نپٹنے کے لیے اور اس دور کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اور موجودہ بیماریوں کا علاج کرنے کے لیے واحد حل ''افکارِ ابنِ تیمیہ کو عام کرنا'' قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''ملّتِ اسلامیہ کے تمام امراضِ جدیدہ ومزمنہ کا تریاق شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کے معارف میں ہے۔'' **(۱۲)**

نیز فرماتے ہیں:

''علی الخصوص آج کل مسلمانوں میں جس فتنہ عقائد نے سر اٹھایا ہے اور بحکم ﴿بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ وہ تمام فتنے اکٹھے ہو کر پلٹ آئے ہیں جو عقائدِ اسلامیہ کے مختلف دَوروں میں فرداً فرداً ظاہر ہوئے تھے۔ اس کے لحاظ سے تو آج معارفِ ابنِ تیمیہ سے بڑھ کر اور کوئی چیز مطلوب ومقصودِ وقت نہیں۔ البتہ ضرورت بہت کچھ اضافہ مطالب وتفصیلِ اجمال وتوضیحِ اشارات وضبط وتالیفِ اشتات وانتشار کی ہے۔ اور اس کا بہترین محل وموقع

امام ابنِ تیمیہ اوران کے اصحاب وتلامذہ کی سیرت وسوانحاتِ عمریہ میں مل سکتا ہے۔''**(۱۳)**

مولانا نے افکارِ ابنِ تیمیہ کی نشرو اشاعت اوراس کی تشریح وتوضیح کی طرف توجہ دلائی ہے۔اس سلسلے میں انھوں نے خود بھی بہت زیادہ کوششیں کیں جن کا ذکر آئندہ صفحات میں ہوگا۔

فکرِ ابنِ تیمیہ عصرِ حاضر میں اُمید کی آخری کرن:

مولانا کے مطابق عصر حاضر میں فساد و بگاڑ کے خاتمے کی تمام اُمیدیں افکار ومعارفِ ابنِ تیمیہ کو عام کرنے میں پنہاں ہیں:

''دورۂ فتن وکرۂ فساد پھراسی نقطے پر واپس آ گیا ہے جہاں سے ہمیشہ چل کر واپس آ تا رہا ہے اوراس لیے تشکیکات وتدلیسات اور تلبیسات وتحریفات کے سارے فتنے بیک زمان وظرف جاگ اٹھے ہیں،جس طالبِ حق ویقین کو ہرطرف سے یاس وقنوط کا جواب مل چکا ہو ،اورجس کسی نے قطعِ طریق میں اپنے ہر رہنما کو خودگم کردۂ راہ وعقل باختۂ تلصصِ تشکیکات و توسوسِ شبہات پایا ہو،آئے۔''**(۱۴)**

مصنفاتِ ابنِ تیمیہ کی قدرومنزلت کا ذکر:

مولانا آزاد کے مطابق امام ابنِ تیمیہ کی تصنیفات ان کے عہد میں ہی بے حد مقبول ہوگئی تھیں۔مولانا فرماتے ہیں:

''خود امام موصوف کی زندگی ہی میں ان کی مصنّفات کے اس خاصے کی شہرت یہاں تک عالمگیر ہوچکی تھی کہ مصر وشام وعراق کے کتب فروش ائمۂ سلف کی کتابوں سے زیادہ ان کی مصنّفات کے نسخے رکھتے تھے۔اُن کی زندگی ہی میں اُن کی مصنّفات سیاح ونوآبادعربوں کے ذریعے چین تک پہنچ چکی تھیں۔ان کی وفات سے تقریباً پچاس ساٹھ برس بعد حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں کہ میں نے شمار کیا تو مشہور مؤلفاتِ ابنِ تیمیہ علاوہ تفسیر القرآن کے چار ہزار صفحوں سے زیادہ ہیں اور باوجود علمائے دولت اور سلاطین وحکّامِ عہد کی شدید مخالفتوں کے آج کتب فروشوں کے چبوتروں پر سب سے زیادہ مانگ اُنھیں کی ہے! شیخ ابن یوسف مرعی لکھتے ہیں کہ بلادِ مصر وشام کے سیاح جب یمن ونجد کی طرف جاتے ہیں،تو بہترین تحفہ جوان سے اہلِ علم طلب کرتے ہیں،امام موصوف کی مؤلّفات ہیں!ان کی زندگی ہی میں یہ حال تھا کہ بڑے بڑے اکابر واعاظمِ علم ائمۂ سلف کی کتابیں فروخت کرڈالتے تاکہ مؤلّفات ابنِ

تیمیہ خرید سکیں۔'' (۱۵)

یہ تو تھا امام ابنِ تیمیہ کے عہد میں ان کی مصنفات کی قدر و منزلت کا بیان، مولانا عصرِ حاضر میں کتبِ ابنِ تیمیہ سے استفادہ کو حق و یقین اور طمانیتِ قلب قرار دیتے ہیں:

> ''امام موصوف کی مؤلّفات آج بھی موجود ہیں۔ حسد و تعصّب سے خالی ہو کر اُن کا مطالعہ کرے۔ ہم کہتے ہیں کہ واللہ، وہ حق و یقین اور طمانیتِ قلب کو پالے گا، اور دلائلِ واضحہ و براہینِ قاطعہ کا عروۃ الوثقیٰ اُس کے ہاتھوں میں ہوگا۔'' (۱۶)

''تذکرہ'' کے ان مباحث سے متعلقہ اوراق پڑھ کر بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے فکرِ ابنِ تیمیہ کا کثیر و خوب مطالعہ کیا تبھی تو موجودہ دور کے فتن و فساد میں اس سے استفادہ کی بھرپور تلقین کی۔ دراصل جس قدر اسلامی تاریخ میں امام ابنِ تیمیہ کے کردار کو مولانا آزاد نے سمجھا ایسا کسی ہندوستانی عالم نے نہیں سمجھا۔ اس کا اظہار پروفیسر خلیق احمد نظامی یوں فرماتے ہیں:

> *"Perhaps no Indian scholar understood the role of Ibn-e-Taimiyya in the history of Islam with such clarity and conviction as did Maulana Azad."* (۱۷)

امام ابنِ تیمیہ کی تصانیف کی عصری اہمیت اور افادیت کے پیشِ نظر مولانا آزاد نے اُن کو شائع کروایا۔ بعض کا خود ترجمہ کیا اور بعض کتب کے تراجم کروائے۔ ذیل میں اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

علوم و معارفِ ابنِ تیمیہ کی نشر و اشاعت:

مولانا آزاد نے نہایت مؤثر انداز میں علوم و معارفِ ابنِ تیمیہ کو عام کیا۔ بقول مولانا غلام رسول مہر:

> ''جس شخص نے امام کی ذات، ان کے علوم و معارف اور مقام و مرتبت کو نہایت مؤثر و دل آویز انداز میں خواص و عوام کے سامنے پیش کیا اور کتاب و سنت کی اس متاعِ گراں بہا کو رواجِ عام کا قبالہ عطا فرمایا، وہ مولانا ابوالکلام آزاد ہیں۔ جن کی خدماتِ دینی محتاجِ تشریح نہیں ہیں اور ابن تیمیہ کے مناقب و معارف کی اشاعت ان کے متعدد مشکور کارناموں میں سے ایک کارنامہ ہے۔'' (۱۸)

جب مولانا آزاد حکومتِ ہند کی طرف سے نائب رئیس الوزراء کے عہدے پر فائز ہوئے اور پہلے وزیر تعلیم مقرر ہوئے تو بھی معارفِ ابنِ تیمیہ کی نشر و اشاعت سے غافل نہ ہوئے بلکہ ان دنوں امام ابنِ تیمیہ کی دو کتب شائع کروائیں۔

(۱)۔الرد علی المنطقیین کوشیخ عبدالصمد شرف الدین نے مطبع قیمہ بمبئی سے ۱۳۶۸ھ میں بتعاون مولانا آزاد شائع کیا۔

(۲)۔الصارم المسلول علی شاتم الرسول: کودائرہ معارف عثمانیہ حیدرآباد نے شائع کیا۔

اس کے ساتھ ساتھ مولانا موصوف نے تصنیفاتِ ابنِ تیمیہ کو بزبان اُردو منتقل کرنے کی تحریک شروع کی اوراس سلسلے میں سب سے پہلے خود ''الوصیۃ الکبریٰ'' کا اُردو ترجمہ کیا۔''**(۱۹)** اور حافظ محمد جونا گڑھی کو''اعلام الموقعین'' از ابنِ قیم کا ترجمہ کرنے پر مبارک باد کا خط لکھا اور اُن کی بے حد حوصلہ افزائی کی۔**(۲۰)** اسی تحریک کے اثر سے مولانا آزاد ہی کے ایماء پر مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے کتبِ ابنِ تیمیہ کے تراجم کیے اور مولانا غلام رسول مہر نے امام ابنِ تیمیہ کی سوانح لکھی۔

مولانا کا فکرِ ابنِ تیمیہ سے راہنمائی لینا:

مولانا آزاد نے برطانوی استعمار کے خلاف قلم سے جہاد کیا جب کہ مسلمانوں کے پاس کوئی سیاسی طاقت نہیں تھی۔انھوں نے یہ فکرِ ابنِ تیمیہ سے رہنمائی لی کہ اس عہد میں بھی مسلمانوں کے پاس سیاسی طاقت نہ تھی،اس کے باوجود مسلمانوں کو تاتاریوں سے نجات دلانے کے لیے امام ابنِ تیمیہ نے تلوار اور قلم سے جہاد کیا۔مولانا آزاد کے مطابق امام ابنِ تیمیہ نے جس طرح اپنے عہد میں مسلم معاشرے کی مذہبی ، ثقافتی، معاشرتی اور سیاسی بیماریوں کی تشخیص کی، آج بھی اسی نہج پر ضرورت ہے مسلم اُمّہ کو منظّم کرنے کے لیے اُنھوں نے امام ابنِ تیمیہ کے نظریہ کو مشعل راہ(Ideal) قرار دیا کہ مسلم اُمّہ کو ایک ''اِمام'' کے تحت منظّم ہونا چاہیے۔مولانا آزاد نے جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس منعقدہ ۱۸۔۲۱ نومبر ۱۹۲۱ء بمقام لاہور، صدارتی خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''جو فتنہ آج یورپ سے اٹھا ہے، چھٹی صدی ہجری میں بھی اس کے سیلاب بلا دتا تار و چین سے اٹھے تھے اور تارتاریوں کے استیلاء سے تمام عالم اسلامی تہ و بالا ہو گیا تھا۔اس وقت بھی تمام بلاد شرقیہ اسلامیہ کا یہی حال تھا، جو آج نظر آرہا ہے،لیکن اس عہد کے علما نے پہلا کام یہ کیا کہ جن بلاد پر تاتاریوں کا قبضہ و استیلا ہو گیا تھا، وہاں تنظیم جماعت اور قیام شرع کے لیے ولاۃ مسلمین کے نصب وتقرر کا حکم دیا۔اور (ابنِ تیمیہ) نے یہ فتویٰ دیا کہ بلاد محکومہ تاتار کے مسلمانوں کو ابداًاس تغیر پر قانع نہیں ہونا چاہیے،اور ایک لمحہ بھی بغیر کسی امام کے بسر نہیں کرنا چاہیے یا تو وہاں سے ہجرت کر جائیں اور یا ایک امیر نصب کر کے اپنے فرائض شرعیہ انجام دیں ... اور اب بھی دو راہیں ہیں یا تو ہجرت کر جائیں یا نظام جماعت قائم کر کے ادائے فرض ملت میں کوشاں ہوں۔''**(۲۱)**

مولانا اور امام ابنِ تیمیہ کے نظریات میں مماثلت:

مولانا آزاد نے ''امامت'' کے نظریہ کو عام کرنے کے لیے بہت سی کاوشیں کیں۔ اس سلسلہ میں لوگوں کی تربیت کرنے کے لیے ''دارالارشاد'' ادارہ بنایا، ایک تنظیم بھی بنائی جس کا نام ''حزب اللہ'' تھا۔ مولانا نے اپنے آپ کو دعوتِ سلف کے لیے وقف کر دیا۔ ان کی کتب و مقالات اور مجلّات کو پڑھ کر بہت زیادہ دعوتی و اصلاحی تحریک ملتی ہے۔ (۲۲)

اس کے ساتھ ساتھ مولانا آزاد کے نظریات و افکار بھی ابنِ تیمیہ کے افکار سے بے حد مماثل ہیں، اُنھوں نے فکرِ ابنِ تیمیہ سے بہت زیادہ رہنمائی لی۔ ان کی تحریر پڑھنے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ابنِ تیمیہ کی تحریر ہو، مولانا آزاد کو فکرِ ابنِ تیمیہ سے بے انتہا لگن تھی۔ اُنھوں نے اپنی کتاب تذکرہ میں مجددِ دینِ اُمت کا شاندار تذکرہ کیا ہے، رانچی جیل میں دورانِ قید تحریر کی۔ (۲۳) اسی طرح قرآن مجید کی تفسیر و مطالب بھی اسی دوران لکھے۔ اس وجہ سے سید سلیمان ندوی نے مولانا آزاد کی قید کو ابنِ تیمیہ و ابنِ قیم کی قید کے مماثل قرار دیا ہے کیونکہ ان دونوں نے بھی قید ہی میں بہت سی تصانیف تحریر کیں۔ (۲۴)

الغرض مولانا آزاد نے اس قدر فکرِ ابنِ تیمیہ کو عام کیا، خود اس سے استفادہ کیا اور عصرِ حاضر میں اس فکر کو اپنانے کی طرف توجہ دلائی کہ ان کے اپنے کارنامے بھی فکرِ ابن تیمیہ کے سے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصحابِ علم وفن نے مولانا آزاد کو ان کی بہت سی خوبیوں کی وجہ سے پھر ہندوستان کا ابنِ تیمیہ قرار دیا۔

مولانا آزاد، ہندوستان کا ابنِ تیمیہ:

آغا شورش کاشمیری بہت بڑے صحافی، نامور ادیب، صاحب طرز انشاء پرداز اور فصیح اللسان شاعر تھے۔ تقریباً دو درجن کتب ان کی یادگار تصانیف ہیں۔ انھوں نے نظم و نثر میں سب سے زیادہ مولانا آزاد پر لکھا۔ ان کی مولانا آزاد پر تصنیف ''ابوالکلام آزاد -- سوانح و افکار'' ہے۔ اس کے علاوہ ان کا مجلّہ ''چٹان'' بھی مولانا آزاد کے افکار و نظریات کے متنوع موضوعات سے لبریز ہے۔ شورش مرحوم نے مولانا آزاد کی زندگی ہی میں ان پر کتاب لکھنے کا عزم کر لیا تھا اور اس کا نام ''ہندوستان میں ابنِ تیمیہ'' تجویز کیا تھا، مدت تک چٹان میں اس کا اشتہار بھی چھپتا رہا، لیکن بوجوہ وہ نہ لکھ سکے۔ افکار و مباحث کا یہ انمول خزانہ جو چٹان کے تقریباً پچیس برس کے مجلدات میں پوشیدہ اور اصحاب ذوق و نظر کی دسترس سے باہر تھا، ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہاں پوری نے الگ کتابی شکل میں شورش کاشمیری کی خواہش کے مطابق بعنوان ''ہندوستان میں ابن تیمیہ'' جمع کر کے شائع کروا دیا۔ اس کتاب میں مولانا ابوالکلام آزاد کو جامع صفات و جہات کی بنا پر ہندوستان میں امام ابن تیمیہ کا مثل قرار دیا۔ اور اسی بات کی تصدیق کرتے ہوئے ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

''مولانا ابوالکلام آزاد اپنے ذہنی وفکری خصائص ،علم کی جامعیت، سیرت کے حسن، دعوت وارشاد کے کارناموں، استقامت اور عزیمت دعوت کے کمالات اور ملک وقوم کی عظیم الشان خدمات کے لحاظ سے ہندوستان میں حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا حسن پرتو تھے۔'' (۲۵)

نیز ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری نے اپنی کتاب ''شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ: حیات وسیرت'' کا انتساب بعنوان ''ہندوستان کا ابنِ تیمیہ'' شورش کاشمیری کے نام کیا۔ (۲۶)

یہاں مولانا ابوالکلام آزاد کی فکری خصائص کے متعلق شورش کاشمیری کی آرا نقل کی جاتی ہیں۔

''(مولانا ابوالکلام آزاد) عربوں میں ہوتے تو ابنِ تیمیہ ہوتے، ہندوؤں میں ہوتے تو اب تک اُن کے بت پجتے ہوتے۔ لیکن وہ مسلمانوں میں تھے،اس لیے ان کے حصے میں وہ سب کچھ آیا ہے جس سے علمائے اُمت کی جبینیں لبریز ہیں۔'' (۲۷)

خصائص مولانا آزاد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''دماغ یورپی، طبیعت عجمی، دل عربی، وجود ہندوستانی'' (۲۸)

سید سلیمان ندوی نے مولانا آزاد کے متعلق لکھتے وقت ذکر کیا ہے: ان سطروں کے لکھتے وقت مجھ کو دھوکا ہو رہا ہے کہ کیا خود ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم یا شمس الائمہ سرخسی اور اُمیہ بن عبدالعزیز اندلسی کے حالات تو نہیں لکھ رہا ہوں'' (۲۹)

مندرجہ بالا آراء و بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے فکر ابن تیمیہ کا خوب مطالعہ کیا اور اسی کو عملی جامہ پہنایا اور قدرتی خصوصیات کی بنا پر بھی مولانا آزاد میں ایسی خداداد صلاحیتیں موجود تھیں کہ ابن تیمیہ کا مثل قرار دیا۔ بہرحال مولانا آزاد نے اپنی تحریر وفکر سے ہندوستان میں امام ابنِ تیمیہ کو خوب متعارف کروانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ نجی وعلمی مجالس میں اکثر گفتگو کا محور بھی امام ابنِ تیمیہ اور ان کے اقوال سے استشہاد ہوتا۔ بقول سید سلیمان ندوی: ''مولانا آزاد کی مجلسیں زیادہ تر اقبال وغالب سے رہتی ہیں یا پھر وقت کا بڑا حصہ ابن تیمیہ اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ گزارتے ہیں۔'' (۳۰)

حواشی

۱۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حیات و سیرت، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری، اردو تصنیف و تحقیق پاکستان، علی گڑھ کالونی کراچی۱۴، طبع ۱۹۸۹، ص ۱۳

۲۔ سیرت امام ابن تیمیہ، مولانا غلام رسول مہر، ادارہ دعوت الاسلام، مومن پورہ بمبئی نمبر ۱۱، ۱۹۸۲، ص ۶۵

۳۔ تذکرہ، مولانا ابوالکلام آزاد، مرتبہ مالک رام، ساھتیہ اکادیمی، نئی دہلی اپریل ۱۹۶۸ء، ص ۱۵۷

۴۔ ایضاً، ص ۱۵۹

۵۔ ایضاً، ص ۱۶۰

۶۔ ایضاً، ص ۱۶۳

۷۔ ایضاً، ص ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷

۸۔ دیکھئے تذکرہ، ص ۱۶۰ تا ۱۷۹

۹۔ ایضاً، ص ۱۷۸۔۱۷۹

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۶۲

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۷۹

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۶۹

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۷۹۔۱۸۰

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۲۷

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۲۳۔۲۲۵

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۲۳

۱۷۔ Journal of Islamic Studies,Oxford University,1990 "The impact of Ibn Taimiyya on South Asia", by Khaliq Ahmad Nizami: P 141

۱۸۔ ابن تیمیہ، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، پیش لفظ، غلام رسول مہر، ادارہ مطبوعات سلیمانی، لاہور، طبع دوم نومبر ۲۰۰۷، ص ۱۱۰

۱۹- 142:See:The Impact of Ibn Taimiyya on South Asia P

۲۰۔ اعلام الموقعین، ابنِ قیم الجوزیہ، مترجم: مولانا محمد جوناگڑھی، مکتبہ محمدیہ اورنگی ٹاؤن، کراچی۔ مقدمہ، مولانا ابوالکلام آزاد؛ ص: ۲

۲۱۔ خطبات آزاد، ارشد بک سیلرز، علامہ اقبال روڈ، میر پور، آزاد کشمیر، ص ۱۲۲۔۱۲۳

۲۲۔ 142:Taimiyya on South Asia P -The Impact of Ibn

۲۳۔ تذکرہ، مولانا ابوالکلام آزاد، مرتبہ مالک رام، پیش لفظ از مالک رام، ص: ۷

۲۴۔ معارف اعظم گڑھ (ماہنامہ)، مارچ ۱۹۱۹ء، مولانا آزاد از سید سلیمان ندوی، ص: ۴۱

۲۵۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ حیات وسیرت، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری، ص ۶

۲۶۔ ایضاً، ص: ۶۔۷

۲۷۔ ہندوستان میں ابن تیمیہ (قلمی چہرہ)، شورش کاشمیری، جمع وترتیب ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری، دانش مطبوعات لاہور، ص ۱۸

۲۸۔ ایضاً، ص ۱۸

۲۹۔ ایضاً، ص ۲۳

۳۰۔ سید سلیمان ندوی کا خط بنام عبدالماجد دریا آبادی، چٹان ۱۷ فروری ۱۹۶۴ء